إزاحة العيب

بسيف الغيب

شيخ الإسلام إمام أهل السنة والجماعة العلامة المجدد

الإمام أحمد رضا خان الحنفي القادري البريلوي

١٢٧٢ - ١٣٤٠هـ

RIDAWI
رضا
PRESS

ضروري نوٹ

فتاوی رضویہ شریف کا دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ حافظ عبد الستار سعیدی حفظہ اللہ تعالی کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے 30 ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا جس میں اعلیحضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے 206 رسائل بھی شامل کر دئے گئے تھے۔ اس مطبوعہ فتاوی کا مصورۃ یعنی ڈیجیٹل Digital نسخہ (PDF) بھی بعض حضرات کی کاوشوں سے انٹرنیٹ پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اسی PDF سے یہ رسالہ ماخوذ ہے اور رضوی پریس نے محض اخراج کا کام کیا ہے۔ اللہ تعالی ان تمام علماء کرام اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ فتاوی رضویہ کا جدید ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ دعاؤں کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جن کے مساعی جمیلہ کے سبب فتاوی مبارکہ کے (PDF) تک ہر خاص و عام کی رسائی ہوئی جزاھم اللہ احسن الجزاء

RIDAWI
رضا
PRESS

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

ازاحۃ العیب بسیف الغیب

(عیب کو دُور کرنا غیب کی تلوار سے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۴۹ از مدرسہ دیوبند، ضلع سہارن پور مرسلہ یکے از اہلسنت نصرہم اللہ تعالٰے بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی سلمہ اللہ تعالٰے

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے، جناب عالی! (یعنی جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی) جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سرِمُو فرق نہیں۔ عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء و طلباء و رؤسا نے مل کر عیدگاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دُعا مانگی کہ "اللہ تعالٰے جارج پنجم بادشاہِ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے۔" اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا اور مبلغ چوبیس روپیہ کا نابرائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کر دیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کر دیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دُعا بیان کیا اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کیا اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم کو، امام احمد نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! میری کتنی عمر باقی ہے؟ آپ نے پانچ انگشت اُٹھائیں۔ پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے انھوں نے فرمایا: خمس لا یعلمہا الا ھو[1] (پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ت) تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں۔ دوسرا ذوالیدین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہوگیا جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دُور ہے انتہی۔ یہاں کے لوگ اس قدر بدمعاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت اس حدیث میں کہ آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دے دیا مگر کچھ لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ، تو آپ نے ان کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کردیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ نکالا بعد آپ کے، تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ "ہر جمعہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں" یہ غلط ہے، محض افترا ہے، علم غیب کا کیا ذکر، اللہ اکبر۔ ترمذی شریف کے سبق ۱۷۲ صفحہ آخر میں ہے: "ایک عورت کے ساتھ زنا ہوگیا اکراہ کے ساتھ، تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا، پس دوسرا شخص اٹھا، اس نے اقرار زنا کا کرلیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا تاب توبۃ الخ (اس نے پکی توبہ کی الخ۔ ت)" اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑا دیتے، یہ اچھی غیب دانی ہے۔ ھذا کلہ قولہ (یہ سب اس کا قول ہے۔ ت) اور بھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اللہ اکبر، معاذ اللہ من شرہ (اللہ تعالٰی بہت بڑا ہے، اللہ کی پناہ اس کے شر سے۔ ت)۔

الجواب

اللہ عزوجل گمراہی و بے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے انباء المصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مختصر جملوں میں ان شبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دے دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے اور الدولۃ المکیہ اور اس کی تعلیق الفیوض الملکیہ میں بیان ابین ہے، میں پھر تذکیر کردوں کہ ان شاء اللہ بار بار سوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سُنّی ایسے لاکھ شبہے ہوں تو سب کا جواب خود دے، فقیر نے قرآن عظیم کی آیاتِ قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرماکر اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۱۶۴

www.alahazratnetwork.org

یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک کی ہر شے، ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرہن ہوچکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم:

اول وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم واقعہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم اس دلیل سے راساً عدم حصولِ علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال، اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت ومقتضی ہے۔

چہارم صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لئے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں۔ اللہ عزوجل روزِ قیامت رسولوں کو جمع کرکے فرمائیگا ماذا اجبتم تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انھوں نے کیا جواب دیا عرض کریں گے لا علم لنا[1] ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شبہات اور ان کے امثال کے رد کو بھی چار جملے بس ہیں، اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روز اول سے قیامِ قیامت تک یعنی ان حوادث سے ہو جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں کہ انھیں کے احاطہ کا دعوٰی ہے، امور متعلقہ ذات وصفات وابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون وسفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہوجاتے ہیں، کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض ما لہا من قرار[2] (جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اُسے قیام نہیں۔ ت) اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً چاروں شبہے امر اول سے مردود ہیں ان میں کون سی آیت یا حدیث قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً دوسرا اور چوتھا شبہہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ یہ ایام نزول کے وقائع ہیں یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً دوسرا شبہہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شبہہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول تھا، نماز فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاری بے علم وشعور ناممکن مگر وہابیہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[2] " " ۱۴/ ۲۶

www.alahazratnetwork.org

بدیہیات میں بھی انکار رکھتے ہیں ذٰلك بانهم قوم یکابرون (یہ اس لئے ہے کہ وہ حق کا انکار کرنیوالی قوم ہے۔ت) اور شبہہ سوم کا حال بھی ظاہر، روزِ قیامت کا عظیم ہجوم، تمام اولین وآخرین وانس وجن کا ازدحام، لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض وصراط ومیزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبرگیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سیدالانام علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام، اس سے کروڑویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ اگر ایسے دس ہزار پر ہو جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلیٰ درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں ہو جائیں، آئے حواس گم ہوں یہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق ودق میں بھنگے کے مانند ہیں جسے ان کا رب فرماتا ہے: الم نشرح لك صدرك[1] (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ت) پھر ان عظیم وخارج از حد کاموں کے علاوہ وقت وہ سہمناک کہ اکابر انبیاء ومرسلین نفسی نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلی فرمائے جو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو۔ پھر ایک مسلمان انھیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچہ، وہ جوشِ ہیبت، وہ کام کی کثرت، وہ وفورِ رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال۔ ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہن اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے، جس سے بالا صرف علمِ الٰہی ہے وبس، ولکن الوهابیة قوم لایعقلون (لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنھیں عقل نہیں۔ت) اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام امت کا دکھایا جانا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی، جس پر احادیثِ کثیرہ ناطق۔ اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روزِ قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث بیان کون فرمارہا ہے، خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی تو ارشاد فرمارہے ہیں اگر اس ہجوم عظیم، کارہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا تو یہ واقعہ ہی نہ ہوتا تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں لیقضی اللہ امرا کان مفعولا[2] (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے۔ت) ولکن الوهابیه قوم یفرقون (لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے۔ت)

رابعاً پہلا شبہہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے کسی کی مقدار عمر ووقتِ موت اسے بتا دینا

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۱۹۴

[2] " " ۸/ ۴۴

www.alahazratnetwork.org

غالب اوقات اکثر ناس کے لئے مصلحتِ دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض فرمایا اور حوالہ بخدا فرمادیا، کیا مستبعد ہے۔

فائدہ: یہ انھیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدد رد ہو گئے اب بتوفیقہ تعالٰی بعض افادات ذکر کریں کہ وہابیہ کی کمال جہالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں ہی ایک پر چار چار رد ہو جائیں۔

فاقول وباللہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

شبہہ اُولٰی کے دو رد گزرے امر اول و چہارم سے، ثالثاً حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشا کردنی۔ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے، امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن (۵۳½) برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے، ابن سیرین کی وفات نہم شوال ایک سو دس (۱۱۰ھ) کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ایک سو چونسٹھ (۱۶۴ھ) میں۔ تقریب میں ہے:

محمد بن سیرین ثقة ثبت عابد کبیر القدر مات سنة عشر ومائة[1]

محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں، ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

محمد بن سیرین له الید الطولٰی فی تعبیر الرؤیا توفی تاسع شوال یوم الجمعة سنة عشر ومائة بالبصرة[2]

محمد بن سیرین جو کہ خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے، نے ۹ شوال ۱۱۰ھ بروز جمعہ بصرہ میں وفات پائی۔ (ت)

تقریب میں ہے:

احمد بن محمد بن حنبل مات احدی واربعین وله سبع وسبعون سنة[3]

امام احمد بن محمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وصال فرمایا جبکہ آپ کی عمر مبارک ۷۷ برس تھی۔ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ۵۹۶۶ محمد بن سیرین دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۸۵

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۵۶۵ " " " دار الثقافۃ بیروت ۴/ ۱۸۲

[3] تقریب التہذیب ترجمہ ۹۶ احمد بن محمد بن حنبل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۴

www.alahazratnetwork.org

وفیات الاعیان میں ہے:

الامام احمد بن حنبل خرجت اُمّہ من مرو وھی حامل بہ فولدتہ فی بغداد فی شھر ربیع الاول سنۃ اربع وستین ومائۃ[1]

امام احمد بن حنبل کی والدہ ماجدہ مرو سے نکلیں جبکہ امام احمد ان کے شکم میں تھے، چنانچہ آپ کی والدہ نے آپ کو شہر بغداد میں ربیع الاول شریف ۱۶۴ھ میں جنا۔ (ت)

مگر یہ کہئے کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے جبکہ اپنے جدِّ امجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے ما فی الارحام (جو رحموں میں ہے۔ ت) سے بھی خفی تر غیب ما فی الاصلاب (جو پشتوں میں ہے۔ ت) کو جانا اور تعبیر بیان کی۔ یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔ یہ شاید حضراتِ وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جتنی اصل اصول جملہ فضائل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

لطیفہ جلیلہ: دیوبندی علماء کی یہ جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر ان کے قابل تھی۔ عالیجناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی دادِ قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: حسین بن منصور کے قتل پر امام ابو یوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو کہ سید العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں دونوں نے فتوٰی قتل کا دیا، بجا ہے۔ (حاشیہ: قتل پر قتل کا فتوٰی بھی قابلِ تماشا ہے۔ یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو ۱۲) در فنِ تاریخ ہم کمالے دارند (فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت) سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات پنجم ربیع الاول یا ربیع الآخر ایک سو بیاسی ہجری (۱۸۲ھ) کو ہے اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ کا یہ واقعہ ۲۳ ذی القعدہ ۳۰۹ھ (تین سو نو ہجری) میں، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) برس کے فاصلہ ہے مگر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غیب داں کہئے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد کے واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتوٰی دے گئے۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے:

القاضی ابو یوسف، الامام العلامۃ الفقیہ العراقی صاحب ابی حنیفۃ اجتمع

قاضی ابو یوسف امام، علامہ، اہل کوفہ وبصرہ کے فقیہ اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، تمام مسلمان

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ ۲۰ احمد بن حنبل دار الثقافۃ بیروت ۱/۶۴

www.alahazratnetwork.org

علیہ المسلمون مات فی ربیع الاٰخر سنۃ ثنتین وثمانین ومائۃ عن سبعین سنۃ الاسنۃ ولہ اخبار فی العلم والسیادۃ۔[1]

آپ پر متفق ہیں۔ آپ نے ماہِ ربیع الثانی ۱۸۲ ہجری کو ۶۹ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ علم وسیادت میں ان کی متعدد خبریں ہیں۔ (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

کانت ولادۃ القاضی ابی یوسف سنۃ ثلث عشرۃ ومائۃ وتوفی یوم الخمیس اول وقت الظہر لخمس خلون من شہر ربیع الاول سنۃ اثنتین وثمانین ومائۃ ببغداد۔[2]

قاضی ابویوسف کی ولادت ۱۱۳ھ کو اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بوقت اول ظہر بغداد میں ہوئی۔ (ت)

اسی میں تاریخِ شہادتِ حضرت حلاج میں لکھا:

یوم الثلثاء لسبع بقین وقیل لست بقین من ذی القعدۃ سنۃ تسع وثلثمائۃ۔[3]

۲۳ یا ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل۔ (ت)

سلطان اورنگزیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالٰی برہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی مدعی ولایت کا شہرہ سُن کر اس کے پاس تشریف لے گئے، اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی، سلطان نے پوچھا: جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟ کہا: مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے میں سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑ رہا تھا میں جوان تھا۔ سلطان نے فرمایا: علاوہ کشف وکرامات در فنِ تاریخ ہم کمالے دارند (کشف وکرامات کے علاوہ فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت)۔

دیوبندی صاحبوں نے تو ترپن چوّن ہی برس کا بل رکھا تھا جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اُونچے اُڑ گئے یعنی شملہ بمقدار علم۔ اس سنت پر قائم ہوکر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالیجناب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا، تو کیا مستبعد تھا بلکہ وہ اس سے قریب تر ہوتا دو وجہ سے:

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۲۷۳ ۴۲/۶ ابویوسف یعقوب بن ابراہیم دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۱۴/۱

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۸۲۴ قاضی " " " " " دارالثقافۃ بیروت ۳۸۸/۶

[3] " " " ۱۸۹ الحلاج حسین بن منصور " " " ۱۴۵/۲

www.alahazratnetwork.org

اوّلاً ممکن کہ اشتراکِ اسماء ہو، وفاتِ گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں انکے یہ نام ہوں۔

ثانیاً بابِ تشبیہ واسع ہے جیسے لکل فرعون موسٰی (ہر فرعون کے مقابلے میں موسٰی ہوتا ہے ت) مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابویوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پر اتنا بیباکانہ افترائے بعید۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز المجید۔

رابعاً بفرض صحتِ حکایت یہ معبر کی اپنی مقدارِ علم ہے ممکن کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموع خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں سے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ بہتّر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن، بارہ ۱۲ احتمال ہیں۔ کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرضِ غلط امام احمد ہی ہوں روزِ خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی، امام احمد کی عمر شریف ستّر (۷۷) سال ہوئی، اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال بہتّر سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں، یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو دیوبندیوں نے بنالیا، کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے والے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی خواب دیکھنے والے کی تاریخ اور دیکھنے والے کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوتیں اور ثابت ہو کہ اس کی مجموع عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے مقدارِ عمر کی طرف اشارہ نہ فرمایا، اور جبکہ ان میں سے کچھ ثابت نہیں تو ممکن کہ حضور نے عمر ہی بتائی ہو معبر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غیوبِ خمسہ کی طرف پھیر دیا، دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ ۱۲ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا اور دقیق احتمال بھی تھے کہ ہم نے ترک کردئے۔

شبہہ ثانیہ کے تین رُد گزرے امر اوّل و دوم و سوم سے۔ **رابعاً** دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دُور ہے جس ناپاک و بیباک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب تو اِن شاء اللہ تعالٰی روزِ قیامت ملے گا مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم و اعظم و اجل و اعلٰی میں اشتغال بارہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی سے اس کی نفی پر استدلال کیا جائے، ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابی جاہل قوم ہے۔ ت)۔

www.alahazratnetwork.org

شبہہ ثالثہ کے دو رد گزرے امر اول وسوم سے۔

ثالثاً یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بتائی صریح افترا ہے، نہ صحیح مسلم میں کہیں اس کا پتا ہے۔

رابعاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اعمالِ اُمت پیش کئے جانے کو غلط ومحض افترا کہنا غلط ومحض افترا ہے۔ بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح جید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون ونحدث لکم، ووفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم[1]

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائینگے جب بھلائی دیکھوں گا حمدِ الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔ (ت)

اللھم صل وسلم وبارك علیہ صلٰوۃ تکون لك ولہ رضاء ولحقہ العظیم اداء اٰمین۔

اے اللہ! درود وسلام اور برکت عطا فرما آپ پر ایسا درود جو تیری اور ان کا رضا کا ذریعہ ہو اور اس سے ان کے عظیم حق کی ادائیگی ہو، آمین۔ (ت)

مسند حارث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون ونحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علیّ اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذٰلك استغفرت اللہ لکم[2]

میری جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں، جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمدِ الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

---

[1] البحر الزخار المعروف بمسند البزار حدیث ۱۹۲۵ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۵/ ۳۰۸ و ۳۰۹

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اجلہ دار صادر بیروت ۲/ ۱۹۴

ف: حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ طبقات ابن سعد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اللھم صل وسلم و بارك علیه قدر رأفته و رحمته بامته ابدا اٰمین!

اے اللہ! آپ پر ہمیشہ اس قدر درود وسلام اور برکت نازل فرما جس قدر آپ اپنی امت پر مہربان ہیں، آمین! (ت)

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بہ سند ثقات بکر بن عبدالبر مزنی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثونی و نحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا استغفرت لکم[1]

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے، جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لئے استغفار فرماؤں گا۔

اللھم صل وسلم و بارك علٰی ھذا الحبیب الذی ارسلته رحمة وبعثته نعمة و علٰی اٰله وصحبه عدد کل عمل وکلمة اٰمین!

اے اللہ! تمام اعمال اور تمام کلمات کی تعداد کے مطابق درود وسلام اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جسے تُو نے رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے، آمین! (ت)

امام ترمذی محمد بن علی والدِ عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالٰی و تعرض علی الانبیاء وعلی الاٰباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیضا ونزھة فاتقوا

ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنی بداعمالیوں

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبداللہ مرسلاً حدیث ۳۱۹۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۷
الجامع الصغیر " " " حدیث ۳۷۷۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۲۹

www.alahazratnetwork.org

اللہ تعالٰی ولا تؤذوا موتاکم [1]

سے ایذا نہ دو۔

اللھم وفقنا لما ترضاہ ویرضاہ نبیّنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتزداد وجوہ اٰبائنا وامھاتنا بیاضا واشراقا اٰمین۔

اے اللہ! ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن پر تُو اور ہمارا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خوش ہوں اور ان سے ہمارے ماں باپ کے چہروں کی نورانیت اور چمک میں اضافہ ہو۔ آمین! (ت)

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعمال امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعۃ، واشتد غضب اللہ علی الزناۃ [2]

بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰے۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک سعید بن مسیّب بن حزن رضی اللہ تعالٰے عنہم سے راوی:

لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم [3]

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر ان کی اُمّت کے اعمال صبح وشام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم انھیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی۔ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتعرض علیہ ایضا مع الانبیاء

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو بھی حضور صلی اللہ تعالٰے

---

[1] نوادر الاصول الاصل السابع والستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۵۸ عمران القصیر دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۷۹

[3] کتاب الزہد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات حدیث ۱۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت الجزء الرابع ص ۲۰

www.alahazratnetwork.org

والاباء یوم الاثنین والخمیس[1]۔ قالہ تحت حدیث ابن سعد المذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

علیہ وسلم پر اعمالِ امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں (یہ بات امام مناوی نے حدیث ابن سعد مذکور کے تحت فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

اس طرح بارگاہِ حضور میں اعمالِ اُمت کی پیشی روزانہ ہر صبح وشام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو جدا، پھر ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط و افترائے محض کہنا محض اسی بنا پر ہے کہ فضائلِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جلتے ہیں، صحیح حدیثوں کو کیا مانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں' اوندھے چلتے ہیں، فبای حدیث بعد اللہ وایٰتہ یؤمنون[2] (پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔ ت)

شبہہ رابعہ کے دو رد گزرے امر اول و دوم سے۔

ثالثاً حدیث ترمذی، جس سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شدید اعتراض جمانا چاہا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) اصول محدثین پر محل کلام اور اصولِ دین پر قطعاً حجیت سے ساقط ہے، ترمذی کے یہاں اس کے لفظ یہ ہیں:

حدثنا محمد بن یحیٰی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمۃ بن وائل الکندی عن ابیہ ان امرأۃ خرجت علٰی عہد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترید الصلٰوۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضٰی حاجتہ منھا فصاحت فانطلق ومر علیھا رجل فقالت ان ذٰلک الرجل فعل بی کذا وکذا ومرت بعصابۃ

علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ (وائل) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کیلئے نکلی تو اسے ایک مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی وہ عورت چیخی تو وہ شخص چلا گیا، ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے' اور وہ خاتون مہاجرین کی

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۰۲

[2] القرآن الکریم ۴۵/۶

[3] " " ۲۶/۲۲۷

www.alahazratnetwork.org

من المهاجرین فقالت ان ذاك الرجل فعل بی کذا کذا، فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع علیها واتوها فقالت نعم ھو ھذا، فاتوا به رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما امر به لرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یا رسول اللہ انا صاحبها فقال لها اذھبی فقد غفر اللہ لك، وقال للرجل قولاً حسناً، وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموہ، وقال لقد تاب توبة لو تابها اھل المدینة لقبل منھم، ھذا حدیث حسن غریب صحیح، وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وھو اکبر من عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیه[1]

ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس مرد کو پکڑ لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، جب وہ اُسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے، پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: جا اللہ تعالٰی نے تیری مغفرت کردی، اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقۃً زنا کیا تھا کے بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کردو۔ پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہلِ مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کرلی جاتی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں عبدالجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سُنا۔ (ت)

(۱) وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے امام یحیٰی بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے:

علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا ان

علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحیٰی بن معین

---

[1] جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۵

www.alahazratnetwork.org

یحیٰی بن معین یقول فیہ روایۃ عن ابیہ مرسلۃ[1]

کہتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے۔ (ت)

تقریب میں ہے:

علقمۃ بن وائل صدوق الا انہ لم یسمع من ابیہ[2]

علقمہ بن وائل صدوق ہے مگر اپنے باپ سے اس نے کچھ نہ سنا۔ (ت)

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے، تقریب میں ہے:

قد تغیر باخرہ فکان ربما یلقن[3]

آخر عمر میں وہ متغیر ہوگئے تھے چنانچہ بسا اوقات انھیں تلقین کی جاتی تھی۔ (ت)

امام نسائی نے اس کے باب میں یہ فیصلہ کیا کہ جس حدیث کے تنہا وہی راوی ہوں حجت نہیں۔

میزان میں ہے:

قال النسائی اذا انفرد باصل لم یکن بحجۃ لانہ کان یلقن فیتلقن[4] اھ و قد انقد الحافظ علی الترمذی تصحیحاتہ بل وتحسیناتہ کما بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث وغیرھا من تصانیفنا۔

نسائی نے کہا جس حدیث میں علقمہ منفرد ہو وہ حجت نہیں کیونکہ انھیں بات سمجھائی جاتی تب وہ سمجھتے اھ حافظ نے ترمذی پر اس کی تصحیحات بلکہ اس کی تحسینات پر تنقید کی۔ جیسا کہ ہم نے اپنی تصانیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداود نے یہ حدیث بعینہ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ لیرجم (کہ اسے رجم کیا جائے۔ ت) جو منشاء اعتراض وہابی ہے اصلاً نہیں۔ اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن یحیٰی بن فارس

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحیٰی بن فارس نے وہ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۶۱ علقمہ بن وائل دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۰۸

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۰۰ " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۶۸۷

[3] " " " ۲۶۳۲ سماک بن حرب " " " ۱/ ۳۹۴

[4] میزان الاعتدال " ۳۵۴۸ " " " دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۳

www.alahazratnetwork.org

نا الفریابی نا اسرائیل نا سماک بن حرب عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ[1]

کہتے ہیں ہمیں فریابی نے وہ کہتے ہیں ہمیں اسرائیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب نے علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی (ت)

اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں :

فقالت نعم ھو ھذا فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما امر بہ قام صاحبہا الذی وقع علیہا فقال یا رسول اللہ انا صاحبہا[2]

اس عورت نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو وہ شخص کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ (ت)

آخر میں ہے :

قال ابوداؤد رواہ اسباط بن نصر ایضا عن سماک[3]

ابوداؤد نے کہا اس کو اسباط بن نصر نے بھی سماک سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لئے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدر حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو اقرار کرے کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز ہے۔ جامع ترمذی میں حسن بن معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

حدثنا علی بن سعید الکندی ثنا ابن المبارک عن معمر عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حبس

ہمیں حدیث بیان کی علی بن سعید کندی نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن مبارک نے انھوں نے معمر سے انھوں نے بہز بن حکیم سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵

[2] " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " ۲/ ۲۴۶

www.alahazratnetwork.org

رجلا فی تہمۃ ثم خلی عنہ" قال الترمذی" وفی الباب عن ابی ھریرۃ حدیث بھز عن ابیہ عن جدہ حدیث حسن وقد روی اسمٰعیل بن ابراھیم عن بھز بن حکیم ھذا الحدیث اتم من ھذا واطول اھ[1] قلت سند الترمذی حسن علی وبھز وحکیم کلھم صدوق ما اشار الیہ من روایۃ اسمٰعیل بن ابراھیم فقد رواھا ابن ابی عاصم فی کتاب العفو قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا ابن علیۃ عن بھز عن ابیہ عن جدہ ان اخاہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال جیرانی علی ما اخذوا فاعرض عنہ فاعاد قولہ فاعرض عنہ وساق القصۃ قال فی اخرھا خلوا لہ عن جیرانہ[2]

کسی تہمت میں محبوس فرمایا پھر چھوڑ دیا۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت ہے۔ بہز کی حدیث بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے حسن ہے۔ تحقیق اسمٰعیل بن ابراہیم نے بہز بن حکیم سے اس حدیث کو اتم و اطول روایت کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں ترمذی کی سند حسن ہے، علی، بہز اور حکیم تمام صدوق ہیں۔ اسمٰعیل بن ابراہیم کی روایت سے جس حدیث کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے اس کو ابن ابی عاصم نے کتاب العفو میں روایت کیا، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن علیہ نے انھوں نے بہز سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ کے اپنے دادا سے روایت کی کہ اُن کے بھائی نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میرے پڑوسی کس بنیاد پر پکڑے گئے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا، اُنھوں نے بات دُہرائی، آپ نے پھر اعراض فرمایا، اور پُورا قصہ بیان کیا۔ اس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ (ت)

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے سے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا، مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ — علقمہ بن وائل اپنے باپ وائل سے راوی ہیں کہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی الحبس فی التہمۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۰

[2] حدیث بالمفہوم سنن ابی داؤد کتاب القضاء ۲/۱۵۵ و مسند احمد بن حنبل ۵/۴

www.alahazratnetwork.org

ان امرأۃ خرجت علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تریدالصلٰوۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضی حاجتہ منھا فصاحت صیحۃ وانطلق ومرت عصابۃ من المھاجرین فقالت ان ذٰلک فعل بی کذا وکذا، فاخذوا الرجل فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لھا اذھبی فقد غفر اللہ لک وقال للرجل الذی وقع علیھا ارجموہ وقال لقد تاب توبۃ لو تابھا اھل المدینۃ لقبل منھم[1]

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اسے ملا جو اس پر چھا گیا، اس نے عورت سے اپنی حاجت پوری کرلی، وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا، مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے۔ لوگوں نے اُس شخص کو پکڑ لیا پھر اُسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اُس عورت سے فرمایا تو جا تجھے اللہ تعالٰی نے بخش دیا ہے۔ اُس شخص کے بارے میں فرمایا جو اُس پر چھا گیا تھا کہ اُسے رجم کردو، اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان کی توبہ قبول ہوجاتی۔

یہ بالکل صاف و بے دغدغہ ہے، مشکوٰۃ میں اسے ذکر کرکے کہا: رواہ الترمذی و ابوداؤد[2] (اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت)۔

(۵) اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گزرے تو چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دے دے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعاً، یقیناً، اجماعاً قرآن عظیم و شریعتِ مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخونِ انصاف ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار

---

[1] مصباح السنۃ کتاب الحدود حدیث ۶۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۱۲

[2] مشکوٰۃ المصابیح " الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۳۱۲

www.alahazratnetwork.org

نہیں کرسکتا، اور یہاں اسی قدر واقعہ تھا، ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماعِ علماء مردود و باطل و مخذول ہے اگرچہ کیسی ہی سند لطیف و صحیح سے آئے نہ کہ یہ سند کہ بوجوہ محلِ نظر ہے۔ سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔ امام علی مدینی نے فرمایا: اسرائیل ضعیف[1] (اسرائیل ضعیف ہے۔ ت)، ابن سعد نے کہا: منھم من یستضعفہ[2] (اُن میں سے بعض اُسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ ت)، یعقوب بن شیبہ نے کہا: صالح الحدیث وفی حدیثہ لین[3] (صالح الحدیث ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔ ت)، میزان میں ہے: کان یحیٰی القطان لا یرضاہ[4] (یحیٰی قطان اُسے پسند نہ کرتے تھے۔ ت)، ابن حزم نے کہا: ضعیف، اور ان کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی، ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے۔ تقریب میں کہا:

صدوق کثیر الخطا یغرب[5] اھ۔

صدوق ہے بہت خطا کرتا ہے نوادرات بیان کرتا ہے اھ۔ (ت)

اما ما حاول بہ التقصی عنہ فی حاشیۃ نسخۃ الطبع اذ قال "لعل المراد فلما قارب ان یامر بہ و ذٰلک قالہ الراوی نظرا الی ظاھر الامر حیث انھم احضروہ فی المحکم عند الامام او الامام اشتغل بالتفتیش عن حالہ[6] اھ۔

مطبوعہ نسخے کے حاشیے میں محشی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا ہے کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب آپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔ اس لئے کہ لوگوں نے اُس شخص کو امام کے پاس کچہری میں پیش کیا اور امام اُس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے اھ (ت)

فاقول لا یجدی نفعا

فاقول (تو میں کہتا ہوں) یہ کچھ نفع نہیں

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۰۹

[2] " " " " " " " "

[3] " " " " " " " "

[4] " " " " " " " "

[5] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۲۱ اسباط بن نصر دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۷۶

[6] جامع الترمذی باب الحدود باب ما جاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا (حاشیہ) امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۵

www.alahazratnetwork.org

34 فان الاشتغال بالتفتیش لایفھم قرب الامر بالرجم مالم یکن ھناك شئ یثبتہ وما کان ھناك شھود ولا اقرار، وما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فکیف یظھر للناظر قرب الامر بالرجم رجما بالغیب بل نسبۃ مثل ھذا الفھم الرکیك الباطل الذی یترفع عنہ احاد الناس الی الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم ادعاء انھم اعتمدوا علیہ کل الاعتماد حتی نسبوا الامر بالرجم الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازراء بالصحابۃ وھو یرفع الامان عن روایاتھم، و لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

دیتا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اسکو ثابت کرنے والی کوئی شے نہ پائی جائے، جبکہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے تو ناظر پر محض تخمینے سے امرِ رجم کیسے ظاہر ہوگیا، بلکہ ایسے باطل و رکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا پھر یہ دعوٰی کرنا کہ انھوں نے اس پر مکمل اعتماد کرلیا اور امرِ رجم کو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا صحابہ کرام پر جسارت ہے اور یہ ان کی روایات سے امان کو اٹھادے گا۔ بلندی عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ہے۔ (ت)

رابعًا یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابل تماشا ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم غیب پر روشن دلیل ہے اس کو الٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شریعت وحقیقت دونوں کا حاکم بنایا حضور کے احکام شریعتِ ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔ ابن ابی شیبہ وابویعلٰی و بزار وبیہقی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں،

قال ذکروا رجلا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکروا قوتہ فی الجھاد واجتھادہ فی العبادۃ فاذاھم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم انی لاجد فی وجھہ سفعۃ من الشیطان فلما دنی فسلم فقال لہ

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ سامنے سے گزرا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ پاتا ہوں۔ اس نے پاس آکر سلام کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هل حدثت نفسك بانه ليس فى القوم احد خير منك ؟ قال نعم ۔ ثم ذهب فاختط مسجدا ووقف يصلى ، فقال رسول الله ايكم يقوم فيقتله ؟ فقام ابوبكر فانطلق ، فوجده يصلى ، فرجع ، فقال وجدته قائماً يصلى ، فهبت ان اقتله ۔ فقال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ايكم يقوم فيقتله ؟ فقام عمر فصنع كما صنع ابوبكر ۔ فقال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وآله وسلم ايكم يقوم فيقتله ؟ فقال على انا ۔ قال انت ان ادركته فذهب فوجده قد انصرف فرجع ۔ فقال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم هذا اول قرن خرج فى امتى لو قتلته ما اختلف اثنان بعده من امتى[1]

نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تُو نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ کہا ہاں۔ پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ایسا ہے جو اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے، دیکھا وہ نماز پڑھتا ہے، واپس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اُسے نماز میں دیکھا مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور نے پھر فرمایا، تم میں کون ایسا ہے کہ اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی: میں۔ حضور نے فرمایا، ہاں تم اگر اسے پاؤ۔ یہ گئے وہ جا چکا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، یہ میری امت سے پہلا سینگ نکلا تھا اگر یہ قتل ہوجاتا تو آئندہ اُمت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

خدمتِ اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، ارشاد ہوا اسے قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانۂ صدیقِ اکبر میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا، چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چرایا،

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماروی فی اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل الذی وصف الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۸۷ و ۲۸۸
مسند ابویعلٰی عن انس حدیث ۳۶۵۶ و ۴۱۱۳ و ۴۱۲۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۸ تا ۱۰ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۶۲
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب اہل البغی باب علامتہم وعبادتہم مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۳۶۰

www.alahazratnetwork.org

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جبکہ اوّل ہی بار تیرے قتل کا حکم فرمایا تھا تیرا وہی علاج ہے جو حضور کا ارشاد تھا، لے جاؤ اسے قتل کردو۔ اب قتل کیا گیا۔

ابویعلٰی اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جئ بہ بعد ذٰلک الی ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابوبکر ما اجد لک شیئا الا ما قضی فیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم امر بقتلک فانہ کان اعلم بک فامر بقتلہ[1]

کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔ عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جاچکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: میں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کردو وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (ت)

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

ان رجلا سرق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتی بہ فقال اقتلوہ فقالوا انما سرق، قال فاقطعوہ ثم سرق ایضا فقطع

ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چوری کی اُسے آپ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔ عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس

---

[1] کنز العمال بحوالہ ع والشاشی طب ک ص حدیث ۱۳۸۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۵۳۸

www.alahazratnetwork.org

ثم سرق علی عهد ابی بکر فقطع، ثم سرق فقطع، حتی قطعت قوائمه، ثم سرق الخامسة، فقال ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلم بھذا حیث امر بقتلہ اذھبوا بہ فاقتلوہ[1]

نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانہ صدیقی میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے۔ پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کرلی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے جب کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس کو لے جاؤ اور قتل کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علوم غیب ہی کی بنا پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحقِ قتل نہ تھے۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالٰی خصائص کبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب ومن خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جمع بین القبلتین والھجرتین وانہ جمعت لہ الشریعۃ والحقیقۃ ولم یکن للانبیاء الا احدھما بدلیل قصۃ موسٰی مع الخضر علیھما الصلوٰۃ والسلام وقولہ انی علی علم من علم اللہ لاینبغی لک ان تعلمہ وانت علی علم من علم اللہ تعالٰی لاینبغی لی ان اعلمہ

باب اور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لئے شریعت وحقیقت کو جمع کردیا گیا۔ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے۔ اس کی دلیل سیدنا موسٰی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا "میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الحدود حکایۃ سارق قتل فی الخامسۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۸۲

www.alahazratnetwork.org

وقد کنت قلت ھٰذا الکلام اولا استنباطا من ھٰذا الحدیث من غیر ان اقف علیہ فی کلام احد من العلماء، ثم رأیت البدر بن المصاحب اشار الیہ فی تذکرتہ ووجدت من شواھد حدیث السارق الذی امر بقتلہ والمصلی الذی امر بقتلہ و قد تقدم فی باب الاخبار بالمغیبات۔

ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ کو منجانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔ (امام سیوطی فرماتے ہیں) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنباط کر کے کہا کرتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بدر بن المصاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، دونوں مذکورہ حدیثیں اس سے قبل "الاخبار بالمغیبات" کے باب میں گزر چکی ہیں۔

زیادۃ ایضاح لھذا الباب فقد اشکل فھمہ علی قوم ولو تأملوا لاتضح لھم المراد بالشریعۃ الحکم بالظاھر و بالحقیقۃ الحکم بالباطن وقد نص العلماء علی ان غالب الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام انما بعثوا لیحکموا بالظاھر دون ما اطلعوا علیہ من بواطن الامور و حقائقھا وبعث الخضر علیہ السلام لیحکم بما اطلع علیہ من بواطن الامور وحقائقھا ولکون الانبیاء لم یبعثوا بذٰلک

اس باب کی مزید وضاحت: تحقیق لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور اگر وہ غور و فکر کرتے تو مطلب واضح ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے۔ بے شک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اس پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اسکے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع و

www.alahazratnetwork.org

انکر موسٰی علیہ قتلہ الغلام وقال لہ "لقد جئت شیئا نکرا" لان ذٰلک خلاف الشرع فاجابہ بانہ امر بذالک وبعث بہ فقال "وما فعلتہ عن امری" (ذٰلک تاویل) وھذا معنی قولہ لہ انک علی علم الی اٰخرہ۔

خبر ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا "بے شک تم نے بہت بُری بات کی" اس لئے کہ قتلِ نفس شریعت کے خلاف ہے، لہذا اُس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ اُنھیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا ہے اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ اُنھوں نے کہا تھا میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں الخ۔

قال الشیخ سراج الدین البلقینی فی شرح البخاری المراد بالعلم التنفیذ والمعنی لاینبغی لک ان تعلمہ لتعمل بہ لان العمل بہ مناف لمقتضی الشرع ولاینبغی ان اعلمہ فاعمل بمقتضاہ لانہ مناف لمقتضی الحقیقۃ قال فعلی ھذا لایجوز للولی التابع للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح بخاری" میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نافذ کرنا ہے اور ان کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تاکہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لئے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ

www.alahazratnetwork.org

اذا اطلع علی حقیقۃ ان ینفذ ذٰلک بمقتضی الحقیقۃ و انما علیہ ان ینفذ الحکم الظاھر انتھی۔

تعالٰی علیہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بمقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے۔ بے شک اس پر یہی لازم ہے کہ حکم ظاہر کو نافذ کرے، انتہی۔

وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ قال ابوحیان فی تفسیرہ الجمھور علی ان الخضر نبی وکان علمہ معرفۃ بواطن اوحیت الیہ وعلم موسٰی الحکم بالظاھر فاشار الی ان المراد فی الحدیث بالعلمین الحکم بالباطن و الحکم بالظاھر لا امر اٰخر۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں فرمایا کہ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ان کا علم ان امورِ باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انھیں وحی کی گئی جبکہ حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا۔ حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے۔

وقد قال الشیخ تقی الدین السبکی ان الذی بعث بہ الخضر شریعۃ لہ فالکل شریعۃ و اما نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ امر اولاً ان یحکم بالظاھر دون ما اطلع علیہ من الباطن والحقیقۃ کغالب الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام، ولھذا قال نحن نحکم بالظاھر، وفی لفظ انما اقضی بالظاھر

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی لہٰذا یہ سب شریعت ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن وحقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر ہے جس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا معمول تھا۔ اسی بناء پر حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں"۔

www.alahazratnetwork.org

واللہ یتولی السرائر وقال انما اقضی بنحو ما اسمع فمن قضیت لہ بحق اخر فانما ھی قطعۃ من النار۔ وقال للعباس انما ظاھرک فکان علینا واما سریرتک فالی اللہ وکان یقبل عذر المتخلفین عن غزوۃ تبوک ویکل سرائرھم الی اللہ وقال فی تلک المرأۃ لوکنت راجما احدا من غیر بینۃ لرجمتھا وقال ایضا لولا القرآن لکان لی ولھا شان فھذا کلہ صریح فی انہ انما یحکم بظاھر الشرع بالبینۃ او الاعتراف دون ما اطلعہ اللہ علیہ من بواطن الامور وحقائقھا ثم ان اللہ زادہ شرفا واذن لہ ان یحکم بالباطن وما اطلع

ایک روایت میں اس طرح ہے: "میں تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں باطنی حالات کا خدا عزوجل مالک ہے۔" اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سُنتا ہوں، لہٰذا میں نے جس کے لئے دوسرے کے حق کا فیصلہ کردیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔" اور یہ کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: "جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔" اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالٰی کے سپرد فرماتے تھے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا: "اگر میں بغیر دلیل وشہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا۔" اور یہ بھی فرمایا کہ "اگر قرآن نہ ہوتا تو یقیناً میرے لئے اور اس عورت کے لئے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔" یہ تمام نظائر اور شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل و شہادت یا اعتراف واقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ اس پر جو باطنی امور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا

www.alahazratnetwork.org

علیہ من حقائق الامور فجمع لہ بین ما کان للانبیاء و ما کان للخضر خصوصیۃ خصہ اللہ بہا و لم یجمع الامران لغیرہ، وقد قال القرطبی فی تفسیرہ اجمع العلماء عن بکرۃ ابیہم انہ لیس لاحد ان یقتل بعلمہ الا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وشاھد ذٰلک حدیث المصلی والسارق الذین امر بقتلھما فانہ اطلع علی باطن امرھما وعلم منھما ما یوجب القتل۔

اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو اور زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر فیصلہ فرمائیں۔ تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کے لئے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے اور یہ امر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔ اور امام قرطبی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے۔ اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں آپ کو علم ہو گیا تھا کہ واجب القتل ہیں اگرچہ ان کا قتل کچھ عرصہ بعد واقع ہوا)۔

ولو تفطن الذین لم یفھموا الی استشھادی بھٰذین الحدیثین فی اٰخر الباب

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انھوں نے نہیں سمجھا جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان

www.alahazratnetwork.org

لعرفوا ان المراد الحکم بالظاھر والباطن فقط لاشئ اخر لایقولہ مسلم و لا کافر ولا مجانین المارستان، وقد ذکر بعض السلف ان الخضر الی الان ینفذ الحقیقۃ وان الذین یموتون فجاءۃ ھو الذی یقتلھم فان صح ذٰلک فھو فی ھٰذہ الامۃ بطریق النیابۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ صار من اتباعہ کما ان عیسٰی علیہ السلام لما ینزل یحکم بشریعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیابۃ عنہ و یصیر من اتباعہ وامتہ اھ[1]

دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے۔ اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر اور نہ مجنون و پاگل۔ بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو اچانک مرجاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انھوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس اُمت میں نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے بطور نیابت ہوگا اور وہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہوں گے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متبعین اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے ہوں گے اھ (ت)

اس کلامِ نفیس سے ثابت کہ عامہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے، اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے، ولہذا انھوں نے ناسمجھ بچہ کو بے کسی جُرم ظاہر کے قتل کردیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مرجاتے ہیں انھیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر شرع

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ومن خصائصہ انہ جمع بین القبلتین الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۱۹۱ و ۱۹۲

www.alahazratnetwork.org

اور اپنے علومِ غیب دونوں پر عمل وحکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔ اور امام قرطبی نے اجماعِ علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو، اور حضور کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اُس نماز والے یا اُس چور یا اُس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمائیں تو یقیناً وہ حضور کے علومِ غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔ کیوں وہابیو! اب تو اپنی اوندھی مت پر مطلع ہوئے! فانی تؤفکون (تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔ت)

مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا، حکم کے دو ہی معنے ہوئے، یا ظاہرِ شرع یا باطنی علومِ غیب۔ ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رُو سے تو اصلاً حکمِ رجم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار، نہ اصلاً کوئی گناہ، صرف مدعی کا غلط دعوٰی سُن کر قتل کا حکم فرمادیں، نبی کی شان تو ارفع اعلٰی ہے۔ آج کل کا کوئی عالم، نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا کر بیٹھے تو ہر عاقل اسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور نے بربنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علومِ غیب سے جانا کہ یہ شخص قابلِ رجم ہے اس بناء پر حکمِ رجم فرمایا، اسے وہابیہ مانتے نہیں بلکہ بزعمِ خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہُوا اور اُنھوں نے تمھارے پیارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا، کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضٰی ہے۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[1] والذین یؤذون رسول اللہ لهم عذاب الیم[2] رب اعوذ بك من همزات الشیٰطین واعوذ بك رب ان یحضرون[3] وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا

بَیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمھیں کھول کر سُنادیں اگر تمھیں عقل ہو۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ اور اللہ درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] " " ۹/ ۶۱

[3] " " ۲۳/ ۹۷ و ۹۸

www.alahazratnetwork.org

محمد و اٰله وصحبه اجمعین و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ مجدہ اتم و احکم۔

محمد مصطفٰے پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم واحکم ہے۔ (ت)

رسالہ "ازاحۃ العیب بسیف الغیب" ختم ہوا۔

مسئلہ ۱۵۰: از موضع پارہ پرگنہ مورانواں ضلع اناؤ مسئولہ محمد عبدالرؤف صاحب

۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ قیام کرنا بوقتِ ذکرِ ولادت شریف بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے مطلق پایا نہیں جاتا اور نہ وہ بات جو بعد قرونِ ثلٰثہ قائم کی گئی قابل ماننے کے ہے۔ اور کہتا ہے کہ کیا اُسی وقت حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش ہوتی ہے جو یہ تعظیمی قیام کیا جاتا ہے، یا یہ کہ اُسی وقت آپ کی تشریف آوری ہوتی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو کس مقام مجلس میں آپ متجلی ہوتے ہیں، اگر حضارِ محفل میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں، تو یہ اور بے ادبی ہے کہ میلاد خوان منبر پر اور آپ فرشِ زمین پر، اور اگر آپ منبر پر جلوہ فگن ہوتے ہیں تو یہ بھی بے ادبی ہوئی کہ برابری کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے، لہذا بہر نوع قیام بدعت سیئہ ہے۔ اسکے برعکس عمرو محفل میلاد شریف اور قیام تعظیمی وتقسیم شیرینی وغیرہ کو اپنا فرض منصبی اور نہایت درجہ مستحسن اور وسیلۂ نجات اور ذریعہ فلاحت دینی ودنیوی سمجھتا ہے، فقط۔

الجواب

قیام وقت ذکر ولادت سیدالانام علیہ وعلٰی ذویہ افضل الصلوٰۃ والسلام بلاشبہہ مستحب و مستحسن علمائے اعلام وعادت محبین کرام وغیظ وہابیہ لئام ہے ہم نے اپنے رسالہ "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامۃ" صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہا میں اُسے متعدد آیاتِ قرآن مجید سے ثابت کیا، مگر وہابیہ کو کیا سوجھے، لھم اعین لا یبصرون بھا[1] (وہ آنکھیں رکھتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹